حدیثِ گلستاں

جناب اعجاز صدیقی "اڈیٹر" شاعر آگرہ

حسین ہر شے معلوم ہوتی ہے، جواں معلوم ہوتی ہے
جوانی میں ہر اک شے دل ستاں معلوم ہوتی ہے

بہار آتی ہے دُنیا گلفشاں معلوم ہوتی ہے
جوانی بھی بہ رنگِ نو، جواں معلوم ہوتی ہے

تجلی سی شریکِ جسم و جاں معلوم ہوتی ہے
نظر اُس جلوہ گہ میں کامراں معلوم ہوتی ہے

محبت میں وفا کس کو گراں معلوم ہوتی ہے
مگر اب آپ کہتے ہیں تو ہاں معلوم ہوتی ہے

تپش اندوز جس نے کر دیا تھا قلب موسےٰ کو
وہ بجلی آج بھی دل میں نہاں معلوم ہوتی ہے

بنا لوں اپنے دل کو گلکدہ ابھی اجازت دے
تری ہنستی نظر تسکینِ جاں معلوم ہوتی ہے

زمانہ گوش بر آواز ہے، تارے ہوں یا کلیاں
بڑی دلکش ہماری داستاں معلوم ہوتی ہے

کسے گلچیں اماں دے، اور بچائے باغباں کسکو
تباہی آشیاں در آشیاں معلوم ہوتی ہے

فضا میں چودھویں کا چاند جب انگڑائی لیتا ہے
"زمینِ تاج" رشکِ کہکشاں معلوم ہوتی ہے

تباہیٔ چمن کی تیرہ سامانی کو کیا کہئے
مجھے بجلی چراغِ آشیاں معلوم ہوتی ہے

شکستہ پا اندھیری رات منزل دور، واماندہ
یہ گردشِ امتحانِ کارواں معلوم ہوتی ہے

مٹا ڈالا چمن آرائیوں نے میں نہ کہتا تھا
کہ بجلی پر بنائے آشیاں معلوم ہوتی ہے

عجب اک شعبدہ سا ہے فریبِ ہستیٔ فانی
نہیں ہے اور دنیا جاوداں معلوم ہوتی ہے

بیاباں خلد آتا ہے نظر صحرا نشینوں کو
بہت رنگیں حدیثِ گلستاں معلوم ہوتی ہے

ہے اُن کا ہاتھ دل پر اور ہونٹوں پر تبسم ہے
کہوں کیا میں اب دل میں کہاں معلوم ہوتی ہے

بس اس بجلی سے اپنے آشیاں کی خیر کیا مانگوں
جو خود محتاجِ شاخِ آشیاں معلوم ہوتی ہے

نہیں کہنے کی بات اعجازؔ لیکن واقعہ یہ ہے
ابھی اُردو ہماری ہی زباں معلوم ہوتی ہے

بربطِ احساس

جناب حکیم سید ابوالنظر صاحب رضوی

دل نوازی، اِک خیالِ خام ہے
فطرتِ ساغر، صلائے عام ہے

اب نہ ساقی ہے، نہ کوئی جام ہے
اُٹھ گئی محفل، خدا کا نام ہے

بربطِ احساس، نازک چیز ہے
بانگِ گُل تو، تلخیِ دشنام ہے

اعتبارِ رنگ و بو سے کیا غرض
ہستیٔ گُل بسملِ ے کا نام ہے

ہر نگہ میں ہے، نمودِ سیمیا
ہر نفس میں، رازِ صبح و شام ہے

خفتۂ روزِ ازل ہے، بخت کیا؟
جو صبح سے شام تک بھی شام ہے

اُٹھ رہی ہے موج مے لیکن ہنوز
ذرہ ذرہ تشنۂ یک، جام ہے

انقلابِ زندگی ہے، زندگی
موت دل کی، خستگی کا نام ہے

ہو گیا وقفِ جنوں، ہر ہر نفس
کیا شعورِ زیست، اس کا نام ہے

معنیٔ صد زندگی، حُسنِ عمل
جس کا ہر آغاز، خود انجام ہے

صبحِ اخترؔ، کائناتِ انقلاب
شامِ اخترؔ، خُلدِ ہر ہر گام ہے